معاشرے کی تشکیل میں تنظیم خاندان کی اہمیّت اور مرد و عورت کا دائرہ کار، اسلامی تناظر میں

The importance of family organization in the formation of society and the scope of men and women, in the Islamic context

Dr. Fareed Ud Din Tariq
Assistant Professor, Department of Islamic studies,
The University of Azad Jammu & Kashmir,
Muzaffarabad, (AJ&K)
dr.fareed.uajk@gmail.com

ABSTRACT

A successful human society is established by virtue of a strong and stable family and the foundations of such a family depend on the nature of mutual relationship between a man and a woman. This relationship affects children. The fact is that the beginning and evolution of a family is an ongoing process in which every individual is a source of comfort and encouragement for others in the family. Qualitative and descriptive research method was used for the data analysis. The human being of the modern civilization craves intensely for the familial stability and understands that the present-day family disorder is a misfortune and blight and he finds no way of getting out of it. The more a human being is deprived of the positive effects of a family, the more he feels the need of it. Family stability is necessary for a stable society. The thing that has been reviewed in this article is what foundations Islam has provided in establishing a thriving human society and a stable family and what measures it has taken for forming a chaste, clean and strong family system on the basis of which then a successful and stable human society comes into existence. It is concluded that western civilization scattered the family system and women stood against the men. However, Islam gave the rules for organization of a family system and defined the scope of men and women by following it a stable family and society can be founded.

Keywords: family organization, formation, society, scope of men and women,

ابتدائیہ

انسان فطری طور پر معاشرت پسند ہے اسی فطری تقاضے اور خارجی ماحول کی ضرورت کے پیشِ نظر اجتماعیت اختیار کرنا ایک ناگزیر امر ہے۔ انسان کی اس اجتماعیت کی ابتداء خاندانی تنظیم سے ہوتی ہے اور خاندان کی ابتداء مرد اور عورت کے باہمی تعلق سے ہوتی ہے اسی بنیادی تعلق کی بدولت حیاتِ انسانی کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے، بچے جوان ہوتے ہیں تو پھر ازدواجی رشتے بنتے ہیں اور اس طرح کنبے اور قبیلے وجود میں آتے ہیں، خون کے رشتے پھیلتے ہیں اور یہ وحدت پھیل کر معاشرہ بن جاتی ہے۔ انسانی کی ارتقائی کڑیاں یونہی سنورتی چلی جاتی ہیں۔ گویا کہ ایک کامیاب انسانی معاشرہ مستحکم خاندان سے وجود میں آتا ہے اور مستحکم خاندان کی بنیاد مرد اور عورت کے باہمی تعلق کی نوعیت ،اور ان کا اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنے فرائض وزمہ دایاں ادا کرنے پر منحصر ہے۔اس ماحول میں بچہ سکون محسوس کرتا ہے ،بچے کے لیے اور آخری سہارا ماں باپ ہوتے ہیں تا آنکہ وہ بڑا ہو کر آزاد اور خود مختار ہو جاتا ہے اس وقت وہ بوڑھے والدین اور چھوٹے بہن بھائیوں کا سہارا بن جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ خاندان کا آغاز وارتقاء ایک ایسا مسلسل عمل ہے جس میں ہر فرد دوسرے کا سہارا ہوتا ہے۔

تمدن کے ابتدائی درجے سے لے کر دور حاضر تک خاندان کی بنیادی حیثیت نہیں بدلی علمائے معاشرت کا کہنا ہے کہ اچھے معاشرے کا دار مدار مستحکم خاندان پر ہے۔ تاریخ انسانی پر نظر رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تہذیبوں اور تمدنوں کے زوال کا باعث خاندان کا انتشار ہے، رومی تہذیب اسی کے سبب زوال کا شکار ہوئی اور دور حاضر کے متمدن اور مہذب معاشرے بھی اسی کے انتشار کی وجہ سے معاشرتی فساد کا شکار ہیں جو انجام کار تباہی تک پہنچا دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاندان ایسا ادارہ ہے جو انسانی رویئے اور طرز عمل کی تشکیل کرتا ہے اس کے ذریعے معاشرتی تربیت ہوتی ہے۔ خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے اور اسے فرق مراتب کا شعور دبخشا ہے۔ اگر خاندان کا استحکام ختم ہو جائے تو انسانی طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا تعین سب کچھ ختم ہو جائے۔ ان قدروں کا فقدان معاشرتی بحران پر منتج ہوتا ہے جسے قومی ہلاکت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جدید مغربی محققین خاندانی انتشار کے اس پہلو سے سخت پریشان ہیں اور وہ اپنی تحریروں میں جابجا اس ہلاکت خیز رجحان کا ذکر کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں عصر کا معاشرہ زوال پذیر ہے کیونکہ اس کا خاندانی نظم منتشر ہو رہا ہے۔ تہذیب حاضر کا انسان خاندانی انتشار کو مصیبت سمجھ رہا ہے جس سے نجات کی کوئی صورت اسے نظر نہیں آتی۔ انسان خاندان کے استحکام کی ضرورت اور اس کے مثبت اثرات سے کی ضرورت کو شدّت سے محسوس کر رہا ہے۔ اسی

ضرورت کے پیشِ نظر اس مقالے میں یہ تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے کہ بہترین اور پُر امن معاشرت کے لیے مستحکم خاندان کی مظبوط اور پاکیزہ بنیادوں پر تشکیل کے لیے اسلام نے کون سے اقدامات کیے ہیں۔ اور مرد وعورت کا کردار اور دائرہ کار کیا ہے۔

تنظیم خاندان:

حقیقت یہ کہ ادارہ خاندان معاشرے کی بنیاد ہے۔ خاندانوں سے ہی معاشرہ تشکیل پاتا اور معاشرے کی منظم تنظیم ریاست کہلاتی ہے۔ گویا کہ مرد عورت کے باہم تعلق سے قائم ہونے والا ادارہ خاندان معاشرے اور ریاست کی بنیاد قرار پاتا ہے، جب خاندان مظبوط اور مستحکم بنیادوں پہ قائم ہو گا تو یہ معاشرے اور ریاست کے استحکام واسقرار کا باعث بنے گا۔ معاشرے میں خاندان کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام خاندانی نظام کو پاکیزہ اور مظبوط و محترم بنیادوں پر استوار کرتا ہے:

خاندان کے اجزاء ترکیبی مرد، عورت، اولاد، والدین اور بتدریج دیگر رشتہ دار ہیں، تنظیم خاندان اور معاشرت کے سلسلے میں اسلام نے سب سے پہلے مرد وعورت کے صنفی میلان کو انتشار عمل سے روک کر ایک ضابطہ میں لایا ہے کیونکہ اس کے بغیر اسلام کے مطلوبہ تمدن کی شیر ازہ بندی ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اسلام نے عورت اور مرد کے تعلقات کو کچھ حدود کا پابند کرتے ہوئے ایک مرکز پہ سمیٹ دیا ہے۔ اور اسی طرح کچھ رشتوں کو محرم قرار دیا ہے۔

محرمات کا تعیّن:

اسلام سب سے پہلے ان تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لیے حرام قرار دیتا ہے جو باہم مل کر رہنے یا نہایت قریبی تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں مثلا: ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن، پھوپھی، اور بھتیجا، چچا اور بھتیجی، خالہ اور بھانجا، ماموں اور بھانجی، سوتیلا باپ اور بیٹی، سوتیلی ماں اور بیٹا، ساس اور داماد، سسر اور بہو، سالی اور بہنوئی (بہن کی زندگی میں) اور رضاعی رشتہ دار۔[1] اسلام نے ان تعلقات کی حرمت قائم کر کے ان کو صنفی میلان سے اس قدر پاک کر دیا ہے کہ ان رشتوں کے مرد اور عورت یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ ایک دوسرے کی جانب کوئی صنفی کشش رکھتے ہیں۔

حرمت زنا اور نکاح کا حکم:

اس حد بندی کے بعد دوسری قید یہ لگائی گئی کہ ایسی تمام عورتیں بھی حرام ہیں جو بالفعل کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں: وَّ الْمُحصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [2]

ان کے بعد جو عورتیں باقی بچتی ہیں، ان کے ساتھ ہر قسم کے بے ضابطہ صنفی اخلاط کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

وَ لَا تَقرَبُوا الزِّنٰی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ سَآءَ سَبِیلًا [3]

ترجمہ: زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

اس طرح حدود وقیود لگا کر صنفی انتشار کے تمام راستے بند کر دیئے گئے مگر انسان کی حیوانی سرشت کے اقتضاء اور کارخانہ قدرت کے مقررہ طریقہ کو جاری رکھنے کے لیے ایک دروازہ کھولنا بھی ضرور تھا۔ وہ دروازہ نکاح کی صورت میں کھولا گیا اور کہہ دیا گیا کہ اس ضرورت کو تم پورا کرو مگر منتشر اور بے ضابطہ تعلقات کے زریعے نہیں، چوری چھپے بھی نہیں اور کھلے عام بے حیائی کے طریقہ پر بھی نہیں، بلکہ باقاعدہ اعلان واظہار کے ساتھ، تاکہ تمہاری سوسائٹی میں یہ بات معلوم اور مسلم ہو جائے کہ فلاں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ہو چکے ہیں:

وَ اُحِلَّ لَکُم مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُم اَن تَبتَغُوا بِاَموَالِکُم مُّحصِنِینَ غَیرَ مُسٰفِحِینَ ؕ .. فَانکِحُوہُنَّ بِاِذنِ اَہلِہِنَّ وَ اٰتُوہُنَّ اُجُورَہُنَّ بِالمَعرُوفِ مُحصَنٰتٍ غَیرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّ لَا مُتَّخِذٰتِ اَخدَانٍ [4]

ترجمہ: ان عورتوں کے سوا جو عورتیں ہیں تمہارے لیے حلال کیا گیا کہ تم اپنے اموال کے بدلہ (مہر دے کر) ان سے احصان (نکاح) کا باضابطہ تعلق قائم کرو نہ کہ آزاد شہوت رانی کا، پس ان عورتوں کے متعلقین کی رضامندی سے ان کے ساتھ نکاح کرو۔ اس طرح کہ وہ قید نکاح میں ہوں نہ کہ کھلے بندوں یا چوری چھپے آشنائی کرنے والیاں۔

یہ اسلام کی شان اعتدال ہے کہ جو صنفی تعلق دائرہ ازدواج کے باہر حرام اور قابل نفرت تھا وہی دائرہ ازدواج کے اندر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن وکار ثواب عمل ہے، اس کو اختیار کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس سے اجتناب کو ناپسند کیا جاتا ہے، زوجین کا ایسا تعلق ایک عبادت بن جاتا ہے۔

"تم کو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ وہ آنکھوں کو بد نظری سے روکنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین تدبیر ہے اور جو شخص تم میں سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو دبانے والا ہے" [5]

ان احکامات وہدایات سے شریعت کا منشاء یہ ہے کہ صنفی انتشار کے تمام دروازے مسدود کیے جائیں، زوجی تعلقات کو دائرہ ازواج کے اندر محدود کیا جائے، اس دائرہ کے باہر جس حد تک ممکن ہو کسی قسم کی صنفی تحریکات نہ ہوں

اور جو تحریکات خود طبیعت کے اقتضاء یا اتفاقی حوادث سے پیدا ہوں ان کی تسکین کے لیے ایک مرکز بنا دیا جائے۔ عورت کے لیے اس کا شوہر اور مرد کے لیے ان کی بیوی۔ تاکہ انسان تمام غیر طبعی اور خود ساختہ ہیجانات اور انتشار عمل سے بچ کر اپنی مجتمع قوت (Consecrated Energy) کے ساتھ نظام تمدن کی خدمت کرے اور وہ صنفی اور کشش کا مادہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کارخانہ کو چلانے کے لیے ہر مرد عورت میں پیدا کیا ہے۔جب خاندان پاکیزہ بنیادوں اور رجحانات پہ قائم ہوتا ہے۔تو وہ اسلام کے مطلوبہ پُر امن اور پاکیزہ معاشرے اور ریاست کی بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

معاشرے میں مرد اور عورت کا مقام و کردار:

اسلام نے خاندان کا ایک وسیع اور جامع نقشہ پیش کیا ہے۔اس پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں مرد کو غیر معمولی حقوق اور اختیارات دیئے گئے ہیں اور عورت کی آزادی سلب کر لی گئی ہے۔ مرد صاحب اقتدار اور حاکم ہے اور عورت زیر دست اور محکوم، مرد جس طرح چاہے اس پر حکومت کر سکتا ہے۔ جب تک ہو رشتہ ازدواج میں بندھی ہوئی ہے ،اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتی۔ یہ تصویر جتنی بھیانک ہے اتنی ہی حقیقت سے دور ہے۔ اس میں اسلام کی تعلیمات، سمجھنے کی شاید اتنی کوشش نہیں کی گئی جتنی کہ انھیں مسخ کرنے اور بگاڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میاں بیوی کا تعلق الفت و محبت:

اسلام میں خاندانی نظام بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اسلام کے نزدیک میاں بیوی کا تعلق اصلاً اُلفت و محبت کا تعلق ہے، جس میں دونوں ایک دوسرے کو خوش رکھنے اس کی ضروریات پوری کرنے اور اسے سکون اور راحت پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس محبت کو قدرت کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی قرار دیا ہے ارشاد ہے:

وَ مِن اٰیٰتِہ اَن خَلَقَ لَکُم مِّن اَنفُسِکُم اَزوَاجًا لِّتَسکُنُوا اِلَیہَا وَ جَعَلَ بَینَکُم مَّوَدَّۃً وَّ رَحمَۃً ؕ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّتَفَکَّرُونَ [6]

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور د فکر کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے:

ہُنَّ لِبَاسٌ لَّکُموَ اَنتُم لِبَاسٌ لَّہُنَّ [7]

اس تعبیر میں بڑی ہی معنویت ہے، لباس کی بعض خصوصیات ہیں ۔ قرآن مجید یہی خصوصیات میاں بیوی کے درمیان دیکھنا چاہتا ہے۔ لباس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ جسم سے چپکا رہتا ہے، اس کے اور جسم کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ یہی کیفیت میاں بیوی کے تعلق کی ہے۔ مادی تعلقات کی اس دنیا میں بعض پہلوؤں سے جو قربت اس تعلق میں ہے وہ کسی دوسرے تعلق میں نہیں پائی جاتی۔ لباس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ آدمی کو موسم کی سختیوں اور گرمی سردی سے بچاتا ہے میاں بیوی کا رشتہ بھی یہ چاہتا ہے کہ ان میں سے ایک کسی مشکل اور دشواری سے دوچار ہو تو اس سے نکلنے میں دوسرا امدد کرے۔ زندگی کو کسی بھی مرحلہ میں ناگوار نہ ہونے دے۔ جہاں تک ممکن ہو اسے سکون اور راحت فراہم کرے۔ لباس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ پردہ پوش ہے۔ انسان کے جسم کے جو حصے قابل ستر ہیں اور جن کے عریاں ہونے سے وہ عار اور شرم محسوس کرتا ہے وہ لباس سے ڈھکے رہتے ہیں ۔ یہی کیفیت خاوند اور بیوی کی ہونی چاہیے۔ وہ کبھی اس بات کو گوارا نہ کریں کہ اپنے رفیق حیات کے عیوب دنیا کے سامنے کھل جائیں اور وہ نادم و شرمسار ہو۔ لباس کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ وجہ زینت ہے۔ اسی طرح عورت کی زینت مرد سے اور مرد کی زینت عورت سے ہے۔ ازدواجی تعلقات کی بہتری ہی سے دنیا کی رونق قائم ہے۔ اس کے بغیر یہ رونق ماند پڑ جاتی اور زندگی بے کیف ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس طرح کی نہ جانے کتنی ہی لطیف حقیقتوں کی طرف یہ تعبیر اشارہ کر رہی ہے۔

میاں بیوی کے درمیان جو تعلق مطلوب ہے، احادیث میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اسے بیان کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں رسول ﷺ نے نیک اور صالح بیوی کی تعریف اس طرح کی ہے:

قَالَ الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ.[8]

ترجمہ: جب شوہر اسے دیکھے تو خوش کر دے، کوئی بات کہے تو مان لے اور اپنے نفس اور شوہر کے مال میں جس تصرف کو وہ ناپسند کرے اس کا ارتکاب کر کے اس کی مخالفت نہ کرے)

اسی طرح حدیث میں بااخلاق شوہر کو بہترین انسان کہا گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ، خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي[9]

ترجمہ: تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہو اور میں بھی اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں۔

اس مضمون کی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ ان حدیثوں میں جو معیار بیان کیا گیا ہے۔ اس پر اگر میاں بیوی اُترنے کی کوشش کریں تو خاندان سکون کا مرکز ہو گا اور ایک مثالی معاشرہ کی تعمیر ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بیویوں پر ان کے شوہروں کے حقوق اور شوہروں پر ان کی بیویوں کے حقوق رکھے ہیں چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

وَ لَہُنَّ مِثلُ الَّذِی عَلَیہِنَّ بِالمَعرُوفِ، وَ لِلرِّجَالِ عَلَیہِنَّ دَرَجَۃٌ[10]

ترجمہ: اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے۔

مرد عورتوں پر قوّام ہیں:

قرآن حکیم کی ایک اور آیت میں یہ فرمایا گیا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعضَہُم عَلٰی بَعضٍ وَّ بِمَا اَنفَقُوا مِن اَموَالِہِم ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلغَیبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ[11]

ترجمہ: مرد عورتوں کے قوام ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے (بعض صلاحیتوں کی وجہ سے) بعض پر فضیلت دی، اور اس وجہ سے کہ مرد اپنا مال (عورتوں پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس جو عورتیں نیک ہیں، اطاعت کرتی ہیں مرد کی اس کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو "قوّام" فرمایا عربی زبان میں کسی چیز کو قائم کرنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ صاحب لسان العرب نے لکھا ہے: مرد عورت کا اس لیے قوّام ہے کہ اس کی ضروریات پوری کرتا ہے اور اس کا خرچ برداشت کرتا ہے۔ (12) مراد یہ ہے کہ مرد عورتوں کے امور کے منتظم اور ان کے وجود کو قائم رکھنے والے ہیں چنانچہ علامہ قرطبی نے لکھا ہے:

صاروا قوما علیھنّ نافذ الامر علیھنّ (13)

ترجمہ: یعنی مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے کیونکہ وہ ان پر امور نافذ کرنے والے ہیں۔

اسی طرح امام رازیؒ نے لکھا ہے:

فکانه تعالي جعله اميرا عليها نافذ الحکم في حقها[14]

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد عورت پر امیر مقرر فرمایا ہے اور اس کے بارے میں احکام کو نافذ کرنے والا بنایا ہے)۔

ابو بکر جصاصؒ نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں لکھا ہے:

قیامھم علیھن بالتادیب والتدبیروالحفظ والصیانته[15]

ترجمہ: یعنی مردوں کو عورتوں کو ادب سکھانے والا، تدبیر اور حقوق کی حفاظت وصیانت کرنے والا بنایا گیا ہے)

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے:

الرجل قیّم علیٰ امراۃ ای رئیسھا وکبیرھا والحاکم علیھا مودبھا اذا اعوجت[16]

یعنی مرد عورت پر نگران ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کا رئیس ہے، اس کا بڑا ہے، اس پر حاکم ہے اور جب عورت کجی اختیار کرے تو اس کی تادیب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو ایسا کیوں بنایا! آیت کے اگلے حصہ میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا جواب دیا ہے، اس نے بعض کو بعض پر حیاتیاتی اور فطری اوصاف میں فضیلت دی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"اس وجہ سے کہ مردوں کو عورتوں پر فطری فضیلت ہے اور مرد عورت سے بہتر ہے یہی وجہ ہے کہ نبوت مردوں کے ساتھ متصف ہے (کوئی عورت نبی نہیں ہوئی) اس طرح سے حکومت اور سلطنت بھی ۔ چنانچہ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ "وہ قوم کبھی کامیاب وکامران نہ ہوگی جس نے امور سلطنت عورت کے سپرد کردیئے ہوں"[17]

حافظ سیّد محمود آلوسیؒ نے اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

" الرجال قوامون "کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں ، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ نبوت ،رسالت ،حکومت، امانت، اذان، اقامت اور تکبیرات تشریق خطبہ اور جمعہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں[18]

خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں قوّام کا لفظ استعمال کرکے عورت کو حاکمیت کے لیے ناقابل قرار دے دیا کیونکہ قوّام کہتے ہی اس کو ہیں جس سے دوسرے کا وجود قائم ہو لہذا مرد کو قوّام کہہ کر یہ بتادیا کہ عورت تو خود اپنے وجود کو مرد کے بغیر قائم نہیں رکھ سکتی چہ جائیکہ اس عورت کو عوام کا قوّام بنادیا جائے۔

علامہ شفیع عثمانی لکھتے ہیں کہ: قضاوقدرت نے عورتوں کی سرشت میں نزاکت رکھی ہے اور مردوں میں حرارت اور قوت رکھی ہے۔ اسی وجہ سے فوجی بھرتی اور جنگ وجدال اور قتال اور شجاعت وبہادری اور میدان جنگ میں جان بازی اور سرحدوں کی حفاظت، حکومت وسلطنت کی بقاء کے لیے جس قدر اعمال شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب مردوں ہی سے سرانجام پاتے ہیں۔ مرد کی ساخت اور بناوٹ ہی اس کی فضیلت اور فوقیت کا ثبوت دے رہی ہے اور عورت کی فطری نزاکت اور اس کا حمل اور ولادت اس کی کمزوری اور لاچاری کی کھلی دلیل ہے"[19]

مردوں کی یہ فضیلت اور تفوق خود عورتوں کی مصلحت اور فائدے کے لیے اور مقتضائے حکمت ہے۔ اس میں نہ عورت کی کسر شان ہے اور نہ اس کا کوئی نقصان۔

قوّام، قیّام اور قیّم عربی زبان میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام یا نظام کا ذمہ دار اور چلانے والا ہو۔ مذکرہ بالا آیت میں قوام کا ترجمہ عموماً حاکم کیا گیا ہے یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ہر اجتماعی نظام کے لیے عقلاً اور عرفاً یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کا کوئی سربراہ یا امیر اور حاکم ہو تاکہ اختلاف کے وقت اس کے فیصلے سے کام چل سکے۔ جس طرح ملک و ریاست کے لیے اس کی ضرورت سب کے نزدیک مسلّم ہے اسی طرح قبائلی نظام میں بھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور کسی ایک شخص کو قبیلہ کا سردار اور حاکم مانا گیا ہے۔ اسی طرح اس عائلی نظام میں جس کو خانہ داری کہا جاتا ہے، اس میں بھی ایک امیر اور سربراہ کی ضرورت ہے۔ عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے لیے حق تعالیٰ نے مردوں کو منتخب فرمایا کہ ان کی علمی قوتیں بہ نسبت عورتوں اور بچوں کے زیادہ ہیں، اور یہ ایسا بدیہی معاملہ ہے کہ سمجھ دار عورت یا مرد اس کا انکار نہیں کر سکتا"[20]

مراتب کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرد کو بالادستی حاصل ہو، دوسرے یہ کہ عورت کو فائق مانا جائے۔ اگر خانگی، ملکی اور ملی ذمہ داریوں میں عورت کو سربراہ تسلیم کیا جائے تو اوّل تو وہ صنف نازک ہے۔ اس کے قوائے جسمانی اور ہمت و حوصلہ، سمجھ بوجھ، صبر و استقلال خلقا اور پیدائشی طور پر ان تمام ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ ہر ماہ کے عوارض، بچوں کی پیدائش و پرورش، شوہر کی راحت رسانی، گھر ہستی کا بوجھ پہلے ہی سے اس کے ناتواں کندھوں پر لدا ہوا ہوتا ہے جس سے پوری طرح وہ عہدہ برآ نہیں ہو پاتی اور پیچیدگیوں میں کہاں پھنسے گی۔

امریکہ اور مغربی ممالک کے گھریلو معاملات کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اکثریت غیر مطمئن بلکہ پریشان نظر آتی ہے۔ محض دیکھنے میں چمک دمک ہے مگر اندر کا کھوکھلا پن رات دن طلاقوں کی بھرمار اور شوہر اور بیوی کی ناچاقیوں سے عیاں ہے۔ وہاں کا معاشرہ عورتوں کے اس نشوز اور نخرہ بازی سے کراہ رہا ہے۔ وجہ وہی ہے کہ عورت کو ایک طرف برابری اور آزادی دے رکھی ہے اور دوسری طرف خودسری پیدا ہورہی ہے۔ اور وہ مرد کی اطاعت نہیں کرتی اور زرا سی بات میں مرد سے طلاق لینے کی درخواست دے دیتی ہے۔ وہاں مسلم معاشرہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا جارہا ہے اور وہ ان اسباب کو تلاش کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ مسلم معاشرہ میں گھریلو اطمینان اور سکون کی بنیاد کیا ہے؟ اور کیوں ان میں طلاق کی بھرمار نہیں ہوتی ،حالانکہ وہاں مسلم معاشرہ نہ اکثریت کے ساتھ مذہب میں گھلا ملا ہوا ہے اور نہ معاشی اعتبار سے زیادہ خوش حال ہے۔ پھر بھی اس کی گھریلو اور خانگی زندگی دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ سکون و اطمینان اور خوش اسلوبی سے گزر رہی ہے۔ اس کی وجہ وہی پہلی صورت ہے کہ عورت کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تحفظ کرتے ہوئے مرد کے امتیازی اوصاف کے پیش نظر اس کو بالا تسلیم کر لیا جائے جس کی رو سے وہ گھر کا قیم ہو، اس کی ذمہ داری ہو کہ گھریلو ضروریات زندگی مہیا کرے اور عورت اس کے احکام کی اطاعت کرے اور بما فضل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے مرد اور صنف

نازک میں جو خوبیاں رکھی ہیں وہ الگ ہیں کیونکہ دونوں کے تقاضے الگ الگ ہے۔ اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مرد کی بالادستی اور عورت کی ماتحتی ہی مناسب ہے۔

علامہ ابن حیان اندلسی نے اپنی تفسیر بحر محیط میں لکھا ہے کہ آیت میں مردوں کی بالادستی کی جو دو وجہیں بتائی گئی ہیں، ایک خداداد فضیلت اور دوسری ان پر ذمہ داری۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکومت وسلطنت کے لیے صلاحیت و اہلیت کا ہونا لازمی ہے۔ محض زور اور زبردستی سے استحقاق حکومت حاصل نہیں ہوجاتا جس طرح جسم میں مختلف اعضاء قلب، آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں ہیں اور سب کے حدود اور دائرہ کار بھی الگ الگ مقرر ہیں۔ اس کے ساتھ اعضائے رئیسہ قلب ودماغ کو جو درجہ حاصل ہے وہ دوسرے اعضاء کو حاصل نہیں۔ اگرچہ ان کی اہمیت سے انکار نہیں ہے، اسی طرح دونوں میں فرق مراتب کے ساتھ اپنے دائرہ کار میں ان کی اہمیت وضرورت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیئے۔ تقسیم کار کے اس قدرتی نظام کا تقاضہ بھی یہی ہے۔ یہاں کسی کی عزت اور کسی کی ذلت کسی کی بالادست اور تہ دستی، کسی کا مطاع ہوئے اور کسی کا مطیع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں، اور آخرت کی عزت وذلت یہاں زیر بحث نہیں ہے وہ صرف ایمان اور اعمال صالحہ پر موقوف ہے۔

عورت کے مقام کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر:

اسلام عورت کے بارے میں نقطہ نظر کو درست اور صنفی تعلق کو فطری حقائق کی بنیاد پر قائم کرتا ہے پھر اس تعلق کے تمام نفسیاتی اور عملی پہلو بیان کرتا ہے، تاکہ نہ کہیں اضطراب اور عدم استقلال رونما ہوا اور نہ مسئلہ کے کسی پہلو میں کہیں اخفاء باقی رہے۔ چنانچہ اسلام سب سے پہلے عورت اور مرد کو انسانیت کے لحاظ سے مساوی اور ایک وحدت قرار دیتا ہے، تاکہ وہ تمام غلط نظریات ختم ہوجائیں جو عورت کو مرد سے گری ہوئی مخلوق بتاتے ہیں

-

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنهَا زَوجَهَا وَ بَثَّ مِنهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّ نِسَآءً ۚ[21]

ترجمہ: لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔

پھر اسلام بتاتا ہے کہ زوجین اپنے رب سے تعلق اور اس سے بدلہ لینے کے لحاظ سے بھی آپس میں مساوی اور ایک وحدت ہیں:

فَاسۡتَجَابَ لَہُمۡ رَبُّہُمۡ اَنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی ۚ بَعۡضُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ[22]

ترجمہ: جواب میں ان کے رب نے فرمایا میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں، خود مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِيْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ وَ الْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا[23]

ترجمہ: بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں مومن ہیں مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں۔ روزہ رکھنے والے ہیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کرر کھاہے)

اس کے بعد اسلام نفس واحد کے دونوں حصوں میں تعلق کے مقاصد بیان کرتا ہے۔ خواہ وہ صرف جنس سے متعلق ہوں یا پورے انسانی معاشرے سے وابستہ ہوں۔

وَ مِن اٰیٰتِہٖ اَن خَلَقَ لَکُم مِّن اَنفُسِکُم اَزوَاجًا لِّتَسکُنُوا اِلَیہَا وَ جَعَلَ بَینَکُم مَّوَدَّۃً وَّ رَحمَۃً[24]

ترجمہ: اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں، تاکہ تم کو ان کے پاس آرام اور تم میاں بیوی میں محبت ا ور ہمدردی پیدا کی۔

علامہ سیّد قطبؒ معاشرے میں مرد عورت کے مقام و کردار کے بارے میں بہترین وضاحت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

"انسان مرد و زن ایک ہی نفس سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر دو علیحدہ علیحدہ صنفیں ہیں اسلام دو صنفوں کو مد نظر رکھ کر نفس واحد کے دونوں حصّوں سے متعلق تمام امور میں ایک ہی سے حقوق مقرر کرتا ہے۔ مگر اسی وقت ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ فرائض بھی بتاتا ہے۔ ایسے فرائض جو دونوں کے دائرہ کار، قوتوں اور مجموعہ تکلیف کے مطابق ہو۔ وہ بے چاری عورت پر یہ بوجھ نہیں لادتا کہ وہ حمل رضاعت و تربیت کی مشقت بھی سہے اور زندہ رہنے کے لیے عمل اور جدوجہد بھی کرے جس طرح مرد کو اللہ تعالی نے حمل وغیرہ کی جھنٹوں سے پاک کر دیا۔ اسلام کا دعوی یہ ہے کہ وہ عورت سے انصاف کرتا، اس کا احترام کرتا اور اس کی ترقی کا ضامن ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ عورت انسان سازی کا کام چھوڑ کر اشیاء کی صناعت میں مصرف ہو جائے کیونکہ اسلام کی نظر میں انسان کی قیمت اشیاء سے زیادہ ہے۔ اسلام اس امر کی اجازت

نہیں دیتا کہ ایک ثقافت آشنا اور ماہر عورت اشیاء کی صنعت وپیداوار میں لگ جائے۔ اور اپنی اولاد کی پرورش کے لیے کمتر درجہ کی عورت کو ملازم رکھ لے، تاکہ یہ عورت اس کے بچوں کی نگرانی کرے اور یہ خود اشیاء کی نگرانی کرے[25]

اسلام معاش کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ عورت یکسوئی کا ساتھ خاندانی فرائض انجام دیتی رہے اور معاشی مصروفیات کی وجہ سے وہ ان سے بے رُخی یا غفلت برتنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ اس کے لیے اس نے خاندان کی معاشی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے۔ تاکہ دونوں صرف معاشی جدوجہد ہی میں نہ لگ جائیں بلکہ مرد معاش کے لیے تگ ودو کرے تو عورت گھر کا انتظام سنبھالے۔ اس طرح دونوں مل جل کر باہمی تعاون سے خاندان کا نظام چلائیں۔

عورت کی معاشی جدوجہد کے لیے بعض حدود:

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسلام عورت کے لیے معاشی جدوجہد کو بالکل ممنوع قرار دیتا ہے اور ان معاشی حقوق پر قناعت کرنے کا حکم دیتا ہے جو اسے خاندانی زندگی میں حاصل ہیں۔ بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے عورت کو اپنی اور دوسروں کی معاشی فکر سے آزاد کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ معاشی سرگرمیوں میں چاہے تو ضرور حصہ لے سکتی ہے۔ البتہ اسلام نے اسے حسب ذیل ہدایات دی ہیں اور ان کی پابندی کا حکم دیا ہے:

1۔ عورت اصلا گھر کی منتظمہ ہے۔ اس لیے اس اولین اور اصل توجہ کا مستحق اس کا گھر۔ وہ شوہر کے مال کی محافظ اور اولاد کی مربّی و نگراں ہے، لہذا اس کے لیے کسی ایسی مصروفیت کا اختیار کرنا مناسب نہیں ہے جس سے وہ اپنی بنیادی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے قابل نہ رہ سکے۔

2۔ وہ خاندانی نظام میں مرد کے تابع ہے۔ اس کی اجازت ہی سے کوئی کام کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ اگر وہ اپنی آزاد مرضی سے کام کرنے لگے تو خاندان کا نظم باقی نہیں رہ سکتا۔

3۔ عورت کوئی ایسا کام نہیں کرے جس میں کہ مردوں کے ساتھ اس کا اختلاط ہو، اس لیے کہ اس سے جو اخلاقی مفاسد پیدا ہوتے ہیں اس کے مقابلہ میں ان فوائد کی کوئی اہمیت نہیں ہے عورت حاصل کر سکتی ہے۔

ان ہدایات کی پابندی کے ساتھ عورت اپنی قوّت وصلاحیت، سن وسال، حالات، مواقع اور مزاج کے لحاظ سے کوئی بھی جائز ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہے، اسلام حدود کے اندر تمام نفع بخش کاموں میں لگا سکتی ہے۔ اس سے ہونے والی آمدنی پوری کی پوری اسی کی ہوگی، اس کا دعوی کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔

موجودہ دور میں ان حدود کی پابندی کے ساتھ عورت کے لیے معاشی جدوجہد بڑی دشوار محسوس ہوتی ہے اس لیے کہ آج کا سارا معاشی نظام ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جو اختلاط مرد وزن کو سماج کی ایک ضرورت ہی نہیں بلکہ اس کی خوبی تصور کرتے ہیں اور جو خاندان کی شکست وریخ کو طوعا کرہا برادشت کررہے ہیں۔

مسلمان معاشرہ اور ریاست کی یہ زمہ داری ہے کہ وہ عورت کے لیے ایسا معاشی نظام بنائے جو عورت کے لیے معاشی جدوجہد کے باعزت مواقع فراہم کرے جو موجودہ دور کی خرابیوں سے بھی پاک ہو۔

مرد خاندان کا سربراہ کیوں ہے ؟

اب براہ راست مرد کی سربراہی کے مسئلے کو لیجیے، دنیا کے ہر چھوٹے بڑے ادارے کو ایک سربراہ اور نگراں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے نظم وضبط کو درست رکھے اور اسے ٹھیک ٹھیک چلائے۔اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ادارے کے مفاد کو مقدم رکھے، اس کے افراد کے حقوق پہچانے اور ان کے ساتھ محبت وہمدردی کا سلوک کرے ۔ادارہ کے افراد کے لیے بھی ضروری ہے کہ خوش دلی سے اس کی اطاعت کریں، جب تک ادارہ کا مفاد اس کے پیش نظر ہے اس کے احکام سے سرکشی اور بغاوت نہ کریں اور آپس کے اختلاف میں اس کے حکم اور فیصلے کو آخری اور قطعی حیثیت دیں، سربراہی ایک فرد کے ہاتھ میں ہو۔اگر اس کے ساتھ دوسرے فرد کو بھی یہی حیثیت دے دی جائے تو اس کا نظم چل نہیں سکتا بلکہ اس کا باقی رہنا بھی دشور ہو جائے گا۔سوال یہ ہے کہ خاندان کا سربراہ مرد ہو یا عورت !اس کا جواب قرآن نے اس آیت میں دیا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُونَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعضَہُم عَلٰی بَعضٍ وَّ بِما اَنفَقُوا مِن اَموَالِہِم ط[26]

(مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور اس بناء پر کہ مرد اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔)

مرد کو خاندان کا سربراہ مقرر کرنے کی دو وجوہ بیان کی گئی ہیں اوّل، اسے عورت کے مقابلے میں فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ دوم وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ خاندان کی سربراہی کے لیے مرد کا انتخاب قرآن نے کسی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی صلاحیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کیا ہے۔ آئیے ان دونوں پر ذرا سنجیدگی سے غور کیا جائے۔

مرد زیادہ قوّت وطاقت رکھتا ہے:

عورت اور مرد کی جسمانی اور ذہنی ساخت بتاتی ہے کہ خاندان کا بوجھ اٹھانے کے لیے جن قوتوں اور صلاحیتوں کی ضرورت ہے وہ عورت کی نسبت مرد میں زیادہ ہیں۔ وہ معاش کے لیے زیادہ دوڑ دھوپ کر سکتا ہے۔ کھیتی باڑی، صنعت وحرفت اور دیگر میدانوں میں مشکل اور محنت طلب کام کر سکتا ہے۔ زندگی کے شدائد کا مقابلہ کرنے اور ان سے عہدہ برآہونے کی صلاحیت بھی اس کی بڑھی ہوئی ہے، بلکہ یہ حیرت انگیز حقیقت بھی دیکھی جاسکتی ہے کہ کام خاص عورت کے سمجھے جاتے ہیں اور جن میں وہ مدت دراز سے لگی ہوئی ہے ان میں بھی مرد زیادہ قوت وصلاحیت کا مظاہرہ کرتا ہے، جیسے طباخی (کھاناپکانا) خیاطی (سیناپرانا) وغیرہ۔ عورت کا سینہ لطیف جذبات اور نازک احساسات کا مرکز ہے، وہ واقعات مسرت اور حادثات غم دونوں سے مرد کہیں زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ اس لیے خیال ہوتا ہے کہ اسے ان کے اظہار میں مرد کے مقابلہ میں زیادہ کامیاب ہوناچاہیے لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ادب شاعری آرٹ اور فنون لطیفہ کے ذریعہ ان کیفیات کے بیان کرنے میں مرد جتناکامیاب رہاعورت اتنی کامیابی نہیں حاصل کر سکی فنون لطیف کے سبھی شعبوں مرد کی حکمرانی رہی۔

جب تجزیہ اس بات کی شہادت دے رہاہے کہ مرد کے اندر زیادہ قوت اور صلاحیت ہے تو فطری طور پر اسی کو خاندان کا سربراہ بھی ہوناچاہیے۔ مرد کی برتری کا اعتراف نہ کرنااور عورت اور مرد کو ہر پہلو سے مساوی ثابت کرنا ایک ردعمل یاتعصب ہے جو بحث ومباحثہ میں توشاید کچھ چل جائے لیکن کارزار حیات میں زیادہ دور تک انسان کا ساتھ نہیں دے سکتا یہاں بہت جلد حقیقت تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

مرد خاندان کا معاشی زمہ دار ہے:

اب مرد کی مالی ذمہ داریوں کو لیجیے۔ اسلامی قانون کے تحت مرد پر عورت کا مہر، اس کانان ونفقہ اور اس کے لیے رہائش اور سنوت کا انتظام کرناواجب ہے۔ اس کے ساتھ حسب ضرورت اس پر عورت کی تعلیم وتربیت، دینی واخلاقی نگرانی اور اس کی جان، مال اور عزّت وآبرو کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ مرد یہ ساری ذمہ داری اس لیے قبول کرتا ہے کہ عورت اس کی نگرانی میں اس کے گھر کا نظم چلائے گی، اسے سکون فراہم کرے گی، اس کے بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرے گی اور ایک بہتر خاندان کی تعمیر میں مدد دے گی۔

ان نوع بہ نوع مالی اور انتظامی ذمہ داریوں کو ٹھیک اداکرنے کے لیے مرد کو بعض حقوق واختیارات بھی دیئے گئے ہیں۔ لیکن یہ حقوق اور اختیارات مطلق اور غیر محدود نہیں ہیں بلکہ ان کے کچھ حدود متعین ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ عملی زندگی میں اس بات کا امکان بہر حال ہے کہ مرد ان حدود سے تجاوز کرے، جن اسلام نے

اسے امکان کو نظر انداز نہیں کرتا۔اس صورت میں عورت قانونی چارہ جوئی کر کے مرد کو ان حدود کی پابندی پر مجبور کر سکتی ہے۔ناگزیر حالات میں وہ شوہر سے خلع یا علیحدگی بھی حاصل کر سکتی ہے۔

خلاصہ بحث:

ادارہ خاندان معاشرے کی بنیاد ہے ، اس سے ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ اور معاشرے کی منظم تنظیم ریاست کہلاتی ہے۔ گویا کہ مرد عورت کے باہم تعلق سے قائم ہونے والا ادارہ خاندان معاشرے اور ریاست کی بنیاد قرار پاتاہے ،جب خاندان مظبوط اور مستحکم بنیادوں پہ قائم ہو گا تو یہ معاشرے اور ریاست کے استحکام واستقرار کا باعث بنے گا۔ معاشرے میں خاندان کی اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام خاندانی نظام کو پاکیزہ اور مظبوط و محترم بنیادوں پر استوار کرتا ہے۔

قضاو قدرت نے عورتوں کی سرشت میں نزاکت رکھی ہے اور مردوں میں حرارت اور قوت رکھی ہے۔ اسی وجہ سے فوجی بھرتی اور جنگ وجدال اور قتال اور شجاعت وبہادری اور میدان جنگ میں جان بازی اور سرحدوں کی حفاظت، حکومت وسلطنت کی بقاء کے لیے جس قدر اعمال شاقہ کی ضرورت پڑتی ہے وہ سب مردوں ہی سے سر انجام پاتے ہیں۔ اسلام معاش کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ عورت یکسوئی کا ساتھ خاندانی فرائض انجام دیتی رہے اور معاشی مصروفیات کی وجہ سے وہ ان سے بے رُخی یا غفلت برتنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ اس کے لیے اس نے خاندان کی معاشی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور عورت کو اس سے سبکدوش کر دیا ہے۔ تا کہ دونوں صرف معاشی جدوجہد ہی میں نہ لگ جائیں بلکہ مرد معاش کے لیے تگ ودو کرے تو عورت گھر کا انتظام سنبھالے۔ اس طرح دونوں مل جل کر باہمی تعاون سے خاندان کا نظام چلائیں۔

اسلام نے عورت کو اپنی اور دوسروں کی معاشی فکر سے آزاد کر رکھا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ معاشی سرگرمیوں میں چاہے تو شرعی حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے ضرور حصہ لے سکتی ہے۔ اسلامی قانون کے تحت مرد پر عورت کا مہر، اس کا نان ونفقہ اور اس کے لیے رہائش اور سنوت کا انتظام کرنا واجب ہے۔ اس کے ساتھ حسب ضرورت اس پر عورت کی تعلیم وتربیت، دینی واخلاقی نگرانی اور اس کی جان، مال اور عزّت وآبرو کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ مرد یہ ساری ذمہ داری اس لیے قبول کرتا ہے کہ عورت اس کی نگرانی میں اس کے گھر کا نظم چلائے گی، اسے سکون فراہم کرے گی، اس کے بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرے گی اور ایک بہتر خاندان کی تعمیر میں مدد دے گی۔

1- سورۃ النساء:23-24

Sūrah Al-Nīsā: 23. 24

2- سورۃ النساء: 24

Sūrah Al-Nīsā:: 24

3-سورۃ بنی اسرائیل:32

Sūrah bani Israel : 32

4- سورۃ النساء: 24-25

Sūrah Al-Nīsā:: 24. 25

5- بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ط/ امکتب الاسلامی، بیروت لبنان، 1401ھ/ 1981ء، ص:2/ 134

Bukhārī, Mohāmmad ban Ismāel,Al Jameh Al Sāheeh (maktāb al Islamī, Beirūt Lebanon , 1401 h 1981), J2,p134

6- سورۃ الروم:21

surah Al-Rum:21

7- سورۃ البقرہ:187

Sūrah Al-Baqrah : 187

8- النسائي، أحمد بن شعیب أبو عبد الرحمن النسائي، السنن الکبری، ط/ دار الکتب العلمیة، بیروت، 1411 - 1991، رقم: 3131

Al-Nesaī , Ahmād ban Shoiab Abu Abdūl Al Rehman, *Al-Sūnan Al-kūbra* , kitāb Al-Nekah, , (Beirūt: Dār al-Kūtub al-Ilmiyyah, , 1411 h), No: 3131,

9- ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الترمذی، جامع ترمذی، کتاب الرضاع، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1418ھ رقم:3895، ص:5/ 907

Abū Eesa Mohammād ban Eesa ban Suwr, Al-Termāzā, *Ja'ma Termizī* (Beirūt: Dār al-Kutub J5,P.907 al-Ilmiyyah 1418 h, , No:3895,

10- سورۃ بقرہ:228

Sūrah Al-Baqrah: 228

11- سورۃ النساء:34

Sūrah Al-Nīsā: 34

12- ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب،)دار الصادر بیروت 1956ء(، ج12/ 503

Ibn Mānzoor Afriki, Jāmal ūl Dīn Mohāmmad ban Mūkārām, *Lisan ūl Arab*,(dār Al-Sādār, Beirūt ,1956 AD), j 12, s 503

13- القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰ بن مفرج، جامع الاحکام القرآن، القاہرہ مصر1952ء، ص:3/ 57

Al-Qartabī, Abbū abdūllah Mohammad bin Ahmed ban Mohammad yahya bin Mafrah, Jame Al-Ahkam al qūran, (Al-Qahira misar 1952): 3 / 57

14- الرازی، فخر الدین، مفاتح الغیب المعروف با تفسیر الکبیر، (دارالفکر بیروت، لبنان 1983ء) ،ج، ص:2/88

Razī, Fakhar Ud din, *Mfatikh ul-Gayb almarof be Tafseer Al-kabir,* (Beirūt: Dār al-Fikr, Lebanon 1983), j 2, s 88

15- أبي بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص ، احکام القرآن،(دار أحيا التراث العربي، بیروت لبنان 1992ء):1/ 175

Abi bkr Ahmad ban Ali Al-Jasas, Ehkaam Ul-Qūran, (Daar Ahya ut Tūras Al-Arbi, Bairoūt 1992) s : 1 / 175

16- ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ط/ مکتبہ القیمۃ، قاہرہ، 1987ء:ص؛1/ 491

Ibn kāseer, Abū Al fedā, Ismael ban umar ,Abn e kāseer, Tafseer Al Qūrān Al-Azim, Māktabā Al-Fāqiha, Qāhirā, 1987, j 1, s 491

17-ابن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، ص:1/ 493

Abn e kāseer, Tafseer Al Qūrān Al-Azim, :1/493

18-الوسی، روح المعانی، آلوسی، محمود بن محمد، تفسیر روح المعانی، ادارہ الطباعۃ المنیریہ القاہرہ، 1977ء ص:5/23

Al-Tbāht ulal Mūniriāh-lAlūsī, Māhmood ban Mohammad , Tafseer Rooh ul-Mūnī, Idārā qahirā, 1977)j 5, s 23

19- عثمانی، مفتی شفیع، معارف القرآن، (ادارہ معارف القرآن، کراچی پاکستان، 1993ء) ص:3/ 71

Usmani, Mūfti Shafi , Mūarif Al-Qūran,) Idaara Muarif al qūran, Karachi Pakistan , 1993 hamza (s : 3 / 71

20-شفیع عثمانی، معارف القرآن، ص:2/296

Mūfti Shafi Usmani, Mūarif Al-Qūran,:2/296

21- سورۃ النساء:1

Sūrah Al-Nīsā:: 1

22- سورۃ آل عمران:195

Sūrah All e Imrān : 195

23- سورۃ الاحزاب:35

Sūrah Al-Ahzāb :35

24- سورۃ الروم: 21

Sūrah Al-Rūm:21

25-سیّد قطب، الاسلام ومشکلات الحضارۃ، دار الشروق القاہرہ مصر،1986ء، ص:132

26- سورۃ النساء:34

Sūrah Al-Nīsā:: 34